قیام میلاد

کی شرعی حیثیت

حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ





ناشر: منهاج السنة النبوية لائبریری،
حیدرآباد دکن

قیامِ میلاد کی شرعی حیثیت

بسم الله الرحمٰن الرحيم

إِنَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

(سورۃ آل عمران:۱۰۲)

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمِ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

(سورۃ النساء:۱)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا - يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

(سورۃ الاحزاب:۷۰-۷۱)

محفلِ میلاد وغیرہ میں نبی اکرم ﷺ کے ذکر خیر پر کھڑے ہو جانا بے اصل اور بے ثبوت عمل ہے، جس کی بنیاد محض نفسانی خواہشات اور غلو پر ہے، شرعی احکام، قرآن و حدیث اور اجماع امت سے فہم سلف کی روشنی میں ثابت

ہوتے ہیں،ان مصادر میں سے کسی میں بھی اس کا ثبوت نہیں، لہٰذا یہ کام بدعت ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ خود اس محفل میں تشریف فرما ہوتے ہیں، بعض کہتے ہیں : ”تاہم یہ بات ممکنات میں سے ہے کہ نبی اکرم ﷺ روحانی طور پر محفلِ میلاد میں تشریف لائیں،“ بعض نے کہا ہے : ”ایسا ہونا گو بصورتِ معجزہ ممکن ہے،“ وغیرہ۔

یہ سب ان لوگوں کے اپنے منہ کی باتیں ہیں،قرآن و سنت میں اس کی کوئی اصل نہیں، جاہل صوفیوں میں سے جن کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ بیداری کی حالت میں نبیٔ اکرم ﷺ کو دیکھتے ہیں یا نبیٔ اکرم ﷺ محفل میلاد میں حاضر ہوتے ہیں یا اس سے کوئی ملتی جلتی بات کرتے ہیں، وہ قبیح ترین غلط بات کہتے ہیں، بدترین تلبیسی پردہ اس پر چڑھاتے ہیں، بہت بڑی غلطی میں مبتلا ہیں اور کتاب و سنت اور اہلِ علم کے اجماع کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ مردے تو روز قیامت ہی اپنے قبروں سے نکالے جائیں گے، دنیا میں نہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ﴾ "پھر تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو، پھر تم روزِ قیامت زندہ کیئے جاؤ گے"۔

(سورۃ المؤمنون :۱۵-۱۶)

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ مردے روز قیامت ہی زندہ ہوں گے، دنیا میں نہیں، جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ سفید جھوٹ بولتا ہے ملمع سازی سے

غلط بات سناتا ہے، وہ اس حق کو نہیں پہچان پایا جسے سلف صالحین نے پہچانا تھا اور جس پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم چلتے رہے۔

جہاں تک قیام کا تعلق ہے تو نبیٔ اکرم ﷺ کے کسی صحابی، کسی تابعی یا کسی ثقہ مسلمان سے ایسا کرنا باسند صحیح مروی نہیں، لہٰذا یہ قبیح بدعت ہے۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی(۱۲۶۴-۱۳۰۴ھ)لکھتے ہیں:

((ومنها أى من القصص المختلقة الموضوعة ما يذكرونه من أن النبى صلى الله عليه وسلم يحضر بنفسه فى مجالس وعظ عند ذكر مولده، بنو عليه القيام عند ذكر المولد تعظيما و إكراما، وهذا أيضا من الأباطيل لم يثبت ذلك بدليل، ومجرد الاحتمال والإمكان خارج عن حد البيان)) "انہی من گھڑت باتوں میں یہ بات بھی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ وعظ کی مجلسوں میں اس وقت خود حاضر ہوتے ہیں، جب ان کے میلاد کا ذکر کیا جاتا ہے،اس کو بنیاد بنا کر انہوں نے آپ ﷺ کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام گھڑ لیا ہے، یہ بھی ان جھوٹی باتوں میں سے ہیں جو کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ صرف احتمال اور امکان ہے وہ بھی دلیل سے عاری ہے"۔

(الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ لعبد لحی، صفحہ:۴۶)

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی رحمۃ اللہ علیہ(۹۴۲ھ) لکھتے ہیں:

((جرت عادة كثير من المحبّين إذ سمعوا بذكر وصفه صلي الله عليه وسلم أن يقوموا تعظيما له صلي الله عليه وسلم، وهذا القيام بدعة، لا أصل له)) "بہت سے دعویداران حبِ نبی میں یہ عادت رواج پا گئی ہے کہ وہ جب آپ ﷺ کی

کسی صفت کا ذکر سنتے ہیں تو آپ ﷺ کی تعظیم میں کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ قیام ایسی بدعت ہے، جس کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں"۔

(سبل الهدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: ۱/۴۱۵)

مبتدعین کے ممدوح ابن حجر ہیتمی (۹۰۹-۹۷۴ھ) کہتے ہیں:

((وَنَظِير ذَلِك فعل كثير عِنْد ذكر مولده صلى الله عَلَيْهِ وَسلم وَوضع أمه لَهُ من الْقيام وَهُوَ أَيْضا بِدعَة لم يرد فِيهِ شَيْء على أَن النَّاس إِنَّمَا يَفْعَلُونَ ذَلِك تَعْظِيمًا لَهُ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فالعوام معذورون لذَلِك بِخِلَاف الْخَواص)) " اسی طرح (بدعت) کا کام بہت سے لوگوں کا نبیٔ اکرم ﷺ کے میلاد اور آپ ﷺ کی والدہ کے آپ ﷺ کو جننے کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا ہے، یہ بھی بدعت ہے، اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ملتی، لوگ اسے آپ ﷺ کی تعظیم کی نیت سے کرتے ہیں، عام لوگوں کا تو (لاعلمی کی وجہ سے) عذر قبول ہو جائے گا، برعکس خاص (جاننے والے) لوگوں کے (کہ وہ بدعتی ہی شمار ہوں گے) "۔

(الفتاویٰ الحدیثیۃ لابن حجر الہیتمی، صفحہ: ۵۸)

اس کے باوجود بعض دیوبندی اکابر بھی اس قیام کو جائز قرار دیتے ہیں، جیسا کہ دیوبندیوں کے عقیدۂ وحدت الوجود کے پیشوا اور "سید الطائفہ" حاجی امداد اللہ مکی صاحب (م۱۳۱۷ھ) کہتے ہیں: "البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے، اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ عالم خلق

مقید بزمان و مکان ہے، لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے، پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں"۔

(امدادالمشتاق،از:اشرف علی تھانوی، صفحہ:۵۶)

نیز اشرف علی تھانوی صاحب خود لکھتے ہیں:

"جب مثنوی شریف ختم ہو گئی،بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جائے گی، گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا،آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں، ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے، بلکہ ناجائز شرک ہے، اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا، یہ جائز ہے،لوگ انکار کرتے ہیں، اس میں کیا خرابی ہے ؟ اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیئے، نہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے،ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے، جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آئے نام آنحضرت ﷺ کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے ؟ جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں، اگر اس سردارِ عالم و عالمیان (روحی فداہ) کے اسمِ گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا ؟"۔

(امداد المشتاق از تھانوی، صفحہ: ۸۸)

لو جی ! یہ ہیں دیوبندیوں کے "سید الطائفہ" صاحب اور یہ ہیں ان کی خرافات و بدعات، معلوم ہوتا ہے کہ "سیدالطائفہ" کا شمار بھی "بدعات پسند حضرات" میں ہوتا ہے۔

کیا قیاس مع الفاروق ہے کہ عالم ارواح کو عالم اجساد پر قیاس کیا، جبکہ دونوں کے احکام جدا جدا ہیں، اس پر سہاگہ یہ کہ سلف صالحین میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں، قرآن و حدیث میں اس کا کہیں تذکرہ نہیں، اہل علم نے اسے بدعت بھی قرار دیا ہے۔

بنیادی فرق:

خوب یاد رہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کی تعظیم ہر مؤمن کے ایمان کا جزو لازم ہے، لیکن اس تعظیم کی حدود کون متعین کرے گا ؟ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا حق ہے۔

امام اہل حدیث علامہ بشیر احمد سہسونی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۰۔۱۳۲۶ھ) فرماتے ہیں:

((فنحن معاشر أهل الحديث نعظم رسول الله صلى الله عليه وسلم بكل تعظيم جاء في الكتاب والسنة الثابتة سواء كان ذلك التعظيم فعلياً أو قولياً أو اعتقادياً، والوارد في الكتاب العزيز والسنّة المطهرة من ذلك الباب في غاية الكثرة... وأما أهل البدع فمعظم تعظيمهم تعظيم محدث كشد الرحال إلى قبر الرسول صلى الله عليه وسلم والفرح بليلة ولادته، وقراءة المولد، والقيام عند ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم، وتقبيل الإبهام عند قول المؤذّن : أشهد أن محمّدا رسول الله، والتمثّل بين يديه قياما و طلب

الحاجات منه صلى الله عليه وسلم والنذر له وما ضاهاها، وما ضاهاها، وأمّا التعظيمات الثابتة فهم عنها بمراحل)) "ہم تمام اہل حدیث رسول اکرم ﷺ کی ہر وہ تعظیم بجا لاتے ہیں جو قرآن کریم اور سنتِ ثابتہ میں وارد ہے، خواہ وہ تعظیم فعلی ہو، قولی ہو یا اعتقادی، قرآن عزیز اور سنت مطہرہ میں اس طرح کی بہت زیادہ تعظیم موجود ہے۔ - - لیکن بدعتوں کے خوگر لوگوں کی طرف سے زیادہ سے زیادہ تعظیم یہ ہوتی ہے کہ وہ کوئی بدعت جاری کر لیتے ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی طرف شدّ رحال، ولادتِ رسول ﷺ کی رات جشن، مولد کر قرائت، آپ ﷺ کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام کرنا، اذان میں مؤذن کے "أشهد أن محمّدا رسول الله" کہنے کے وقت انگوٹھے چومنا، آپ ﷺ کی قبر مبارک کے سامنے بت بن کر کھڑے ہونا، آپ ﷺ سے حاجات طلب کرنا اور آپ ﷺ کے نام کی نیاز دینا وغیرہ،رہی قرآن و سنت میں ثابت شدہ تعظیمات تو وہ ان سے کوسوں دور ہیں"۔

(صیانۃ الانسان عن وسوسۃ دحلان، از: سہسوانی، صفحہ: ۲۴۴)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

((وإنما تعظيم الرسل بتصديقهم فيما أجبروا به عن الله وطاعتهم فيما أمرو به ومتابعتهم ومحبتهم و موالاتهم)) "رسولوں کی تعظیم تو بس ان کی دی ہوئی خبروں کی تصدیق کرنے میں ہے"۔

(کتاب الرد علی الاخنائی لابن تیمیہ، صفحہ: ۲۴-۲۵)

اس کے برعکس بعض لوگوں کی آزادی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

جناب احمد یار نعیمی بریلوی گجراتی صاحب (۱۳۲۴-۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

"تعظیم میں کوئی پابندی نہیں، بلکہ جس زمانہ میں اور جس جگہ جو طریقہ بھی تعظیم کا ہو، اس طرح کرو، بشرطیکہ شریعت نے اس کو حرام نہ کیا ہو، جیسے کہ تعظیمی سجدہ و رکوع،اور ہمارے زمانہ میں شاہی احکام کھڑے ہو کر بھی پڑھے جاتے تھے،لہٰذا محبوب کا ذکر بھی کھڑے ہو کر ہونا چاہیئے، دیکھو "کلواواشربوا" میں مطلقاً کھانے پینے کی اجازت ہے کہ ہر حلال غذا کھاؤ پیو تو بریانی، زردہ، قورمہ سب ہی حلال ہوا خواہ خیر القرن میں ہو یا نہ ہو"۔

(جاالحق،از نعیمی، جلد:۱، صفحہ:۲۵۴)

اگر نبیٔ اکرم ﷺ کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا آپ ﷺ کی تعظیم ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور تبع تابعین، ائمہ دین اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم اس سے محروم کیوں تھے ؟ کہاں ہمارے نبیٔ اکرم ﷺ کی تعظیم جو کہ دین و ایمان ہے اور کھانے پینے کے دنیاوی مسائل، قرآن و سنت کی روشنی میں مسلم اصول ہے کہ دینی معاملات میں کرنے کی دلیل ضروری ہے، جبکہ دنیاوی معاملات میں منع کی دلیل،لیکن ان لوگوں کے ہاں تو اصل مسئلہ شکم پروری کا ہے، اس لیے ان کے ہر مسئلہ کی انتہا کھانے پینے پر ہوتی ہے۔

ایک وضاحت:

ابو مجلز لاحق بن حمید تابعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:۱۰۶) بیان کرتے ہیں:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ(۶۶۱-۷۲۸ھ) ان الفاظ کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((فإن ذلك أن يقوموا له وهو قاعد ليس هو أن يقوموا لمجيئه إذا جاء؛ ولهذا فرقوا بين أن يقال قمت إليه وقمت له والقائم للقادم ساواه فى القيام بخلاف القائم للقاعد))"اس وعید سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی بیٹھے ہوئے کے لیے کھڑے ہوں، کسی آنے والے کے لیے کھڑے ہونا اس سے مراد نہیں،اسی لیے علمائے کرام نے کسی کی طرف کھڑا ہونے اور کسی کے لیے کھڑے ہونے میں فرق کیا ہے، کسی باہر سے آنے والے کی طرف کھڑا ہونے والا کھڑنے ہونے میں اس کے برابر ہوتا ہے، برعکس اس شخص کے جو بیٹھنے والے کے کھڑا ہو"۔

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ:۱/۳۷۵)

محدث محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ(۱۹۱۴-۱۹۹۹ء)اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

((دلنا هذا الحديث على أمرين : الأول : تحريم حب الداخل على الناس القيام منهم له، وهو صريح الدلالة، بحيث إنه لا يحتاج إلى بيان والآخر : كراهة القيام من الجالسين للداخل، ولو كان لا يحب القيام، وذلك من باب التعاون على الخير، وعدم فتح باب الشر، وهذا معنى دقيق، دلّنا عليه راوى الحديث معاوية رضي الله عنه، وذلك بإنكاره على عبدالله بن عامر قيامه له، واحتجّ عليه بالحديث، وذلك من فقهه فى الدين، وعلمه بقواعد الشريعة، التى منها سد الذرائع))" اس حدیث سے ہمیں دو باتوں کا علم

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۶۶۱-۷۲۸ھ) ان الفاظ کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((فإن ذلك أن يقوموا له وهو قاعد ليس هو أن يقوموا لمجيئه إذا جاء؛ ولهذا فرقوا بين أن يقال قمت إليه وقمت له والقائم للقادم ساواه فی القيام بخلاف القائم للقاعد)) "اس وعید سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی بیٹھے ہوئے کے لیے کھڑے ہوں، کسی آنے والے کے لیے کھڑے ہونا اس سے مراد نہیں، اسی لیے علمائے کرام نے کسی کی طرف کھڑا ہونے اور کسی کے لیے کھڑے ہونے میں فرق کیا ہے، کسی باہر سے آنے والے کی طرف کھڑا ہونے والا کھڑنے ہونے میں اس کے برابر ہوتا ہے، برعکس اس شخص کے جو بیٹھنے والے کے کھڑا ہو"۔

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ: ۱/۳۷۵)

محدث محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۱۴-۱۹۹۹ء) اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

((دلنا هذا الحديث على أمرين : الأول : تحريم حب الداخل على الناس القيام منهم له، وهو صريح الدلالة، بحيث إنه لا يحتاج إلى بيان والآخر : كراهة القيام من الجالسين للداخل، ولو كان لا يحب القيام، وذلك من باب التعاون على الخير، وعدم فتح باب الشر، وهذا معنى دقيق، دلّنا عليه راوی الحديث معاوية رضي الله عنه، وذلك بإنكاره على عبدالله بن عامر قيامه له، واحتجّ عليه بالحديث، وذلك من فقهه فی الدين، وعلمه بقواعد الشريعة، التی منها سد الذرائع)) " اس حدیث سے ہمیں دو باتوں کا علم

ہوتا ہے: پہلی یہ کہ داخل ہونے والے کا اپنے لیے لوگوں کے کھڑے ہونے کو پسند کرنا حرام ہے، یہ بات تو بالکل صریح ہے کہ اس کی شرح کی ضرورت ہی نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ بیٹھنے والوں کا باہر سے آنے والے کے لیے کھڑا ہونا ناپسندیدہ عمل ہے، اگرچہ داخل ہونے والا بھی اس عمل کو پسند نہ کرتا ہو،اس پیچیدہ معنی کی خبر ہمیں راویٔ حدیث سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دی ہے، جیسا کہ انہوں نے عبداللہ بن عامر کو اپنے لیے کھڑے ہونے سے منع کیا اور انہیں حدیث سے دلیل دی، یہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی دینی فقاہت ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قواعد شریعت سے واقف تھے، سد ذرائع بھی انہی قواعد میں سے ایک ہے"۔

(السلسلۃ الصحیحۃ للالبانی:١/٦٩٧)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ما كان أحد من الناس أحب إليهم شخصا من رسول الله صلى الله عليه وسلم، كانوا إذا رأوه ؛ لا يقوم له أحد منهم، لما يعلمون من كراهيته لذلك)) " صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں کوئی بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھا، ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کھڑا نہ ہوتا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ناپسند کرتے ہیں"۔

(مسند الامام احمد:٣/١٣٤،وسندہ صحیح۔وسنن الترمذی:٢٧٥٤،وقال حسن صحیح)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (٦٦١-٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

((لم تكن عادة السلف على عهد النبي صلى الله عليه وسلم وخلفائه الراشدين : أن يعتادوا القيام كلما يرونه صلى الله عليه وسلم كما يفعله كثير

من الناس)) " نبیٔ اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں سلف صالحین کی یہ عادت نہ تھی کہ آپ ﷺ (یا کسی اور بزرگ شخصیت) کو جب دیکھیں کھڑے ہو جائیں، جیسا کہ بہت سے لوگ (اب) کرتے ہیں"۔

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ: ۱/ ۳۷۴)

کسی صحابی سے نبیٔ اکرم ﷺ کی تعظیم میں یا آپ ﷺ کے ذکر کی تعظیم میں کھڑے ہونا قطعاً ثابت نہیں ہے۔

فائدہ نمبرا:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((كانت إذا دخلت عليه، قام إليها فأخذ بيدها، فقبلها، وأجلسها في مجلسه، وكان إذا دخل عليها، قامت إليه، فأخذت بيده، فقبلته وأجلسته في مجلسها)) "وہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آتیں تو آپ ﷺ ان کی طرف کھڑے ہوتے، ان کے ہاتھ کو پکڑتے، اسے بوسہ دیتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے، اسی طرح جب نبیٔ اکرم ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو آپ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی طرف کھڑی ہوتیں، آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑتیں، آپ ﷺ کے ہاتھ کو بوسہ دیتیں اور آپ ﷺ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں"۔

(سنن ابوداود: ۵۲۱۷۔ وسنن الترمذی: ۳۸۷۲، وسندہ صحیح)

اس روایت کو امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (٦٩٥٢) اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ (۴/۲٦۴) نے صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یہ قیام جائز ہے، اگرچہ یہ روایت پہلی روایات کے بظاہر مخالف و معارض ہے، لیکن ان کے درمیان جمع و تطبیق ہو سکتی ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن قیم (٦٩١-۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:

((فالمذموم : القيام للرجل، وأمّا القيام إليه، للتلقّي إذ قدم، فلا بأس به، وبهذا تجتمع الأحاديث)) "کسی آدمی کے لیے (تعظیماً) کھڑا ہونا مذموم عمل ہے، البتہ جب کوئی آئے تو اس کی طرف اس کے استقبال کے لیے کھڑا ہونے میں کوئی حرج نہیں، اس سے تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے"۔

(شرح ابن القیم لسنن ابی داود مع عون المعبود: ۱۴/۱۲۷)

فائدہ نمبر۲:

((حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ السَّائِبِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ، بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ جَالِسًا يَوْمًا فَأَقْبَلَ أَبُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهُ بَعْضَ ثَوْبِهِ فَقَعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَتْ أُمُّهُ فَوَضَعَ لَهَا شِقَّ ثَوْبِهِ مِنْ جَانِبِهِ الآخَرِ فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ أَخُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَقَامَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَأَجْلَسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ)) "عمرو بن السائب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی باپ آ گئے،

آپ ﷺ نے ان کے لیے اپنی چادر کا بعض حصہ بچھا دیا،وہ اس پر بیٹھ گئے، پھر آپ ﷺ کی رضاعی والدہ آئیں تو آپ ﷺ نے چادر کی دوسری جانب ان کے لیے بچھا دی،وہ اس پر بیٹھ گئیں،پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آ گئے، نبیٔ اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا"۔

(سنن ابوداود،کتاب الادب،باب: فِي بِرِّ الْوَالِدَيْنِ،حدیث:۵۱۴۵،اسناده ضعیف)

اس کی سند "مرسل" ہونے کی وجہ سے "ضعیف" ہے۔

فائدہ نمبر۳:

سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((أتي النبّي صلي الله عليه وسلم، فلمّا رآه (أي العبّاس) قام إليه وقبّل ما بين عينيه ثم أقعده عن يمينه)) "نبیٔ اکرم ﷺ آئے، جب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کی طرف کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور پھر آپ ﷺ کو اپنی دائیں جانب بٹھا لیا"۔

(المعجم الکبیر للطبرانی:۱/۲۳۵۔والمعجم الاوسط للطبرنی:۹۲۴۶۔تاریخ بغداد:۱/۶۳)

تبصرہ

یہ جھوٹی روایت ہے۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے باطل قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال:۱/۹۷)

اس کے راوی احمد بن رشین الہلالی کے بارے میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

((فھو الذی اختلقه بجھل))"اسی نے اپنی جہالت کی بناء پر اس روایت کو گھڑا ہے"۔

(میزان الاعتدال:۱/۹۷)

صرف اور صرف امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اسے الثقات (۸/۴۰) میں ذکر کیا ہے، یہ ان کا تساہل ہے۔

شبہ ضعیفہ اور اس کا ازالہ:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا :((کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجلس معنا في المجلس يحدثنا، فإذا قام قمنا قياما حتى نراه قد دخل بعض بيوت أزواجه))" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھے باتیں کرتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کسی زوجہ مطہرہ کے گھر میں داخل ہوتا نہ دیکھ لیتے"۔

(سنن ابوداود:۴۷۷۵۔وسنن الکبریٰ للنسائی:۴۷۸۰۔وسنن ابن ماجہ (مختصراً): ۲۰۹۳۔شعب الایمان للبیھقی:۸۹۳۰)

تبصرہ

۱۔اس کی سند "ضعیف" ہے۔

اس کے راوی ہلال بن ابی ہلال المدنی کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:((لا أعرفه))" میں اس کو نہیں پہچانتا"۔

(العلل:۲:۱۴۷۲)

امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:((لا أعرفه))"میں اس کو نہیں جانتا"۔

(الثقات لابن شاہین:۱۲۴۵)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :((لا یعرف))"یہ غیر معروف ہے"۔

(میزان الاعتدال :۴/۳۱۷)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "مقبول"(مستورالحال) کہا ہے۔

(تقریب التہذیب:۷۳۵۱)

صرف امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اس"الثقات"(۵/۵۰۳) میں ذکر کیا ہے، لہٰذا یہ "مجہول الحال" راوی ہے۔

۲۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ(۷۷۳-۸۵۲ھ)فرماتے ہیں:

((وَالَّذِي يَظْهَرُ لِي فِي الْجَوَابِ أَنْ يُقَالَ لَعَلَّ سَبَبَ تَأْخِيرِهِمْ حَتَّى يَدْخُلَ لِمَا يَحْتَمِلُ عِنْدَهُمْ مِنْ أَمْرٍ يَحْدُثُ لَهُ حَتَّى لَا يَحْتَاجَ إِذَا تفَرَّقُوا أَن يتكَلَّف استدعائهم ثمَّ رَاجَعْتُ سُنَنَ أَبِي دَاوُدَ فَوَجَدْتُ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ مَا يُؤَيِّدُ مَا قُلْتُهُ وَهُوَ قِصَّةُ الْأَعْرَابِيِّ الَّذِي جبَذَ رِدَاءَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدعَا رَجُلًا فَأَمَرَهُ أَنْ يَحْمِلَ لَهُ عَلَى بَعِيرِهِ تَمْرًا وَشَعِيرًا وَفِي آخِرِهِ ثُمَّ الْتَفت إِلَيْنَا فَقَالَ انْصَرِفُوا رَحِمَكُمُ اللَّهُ تَعَالَى))" جو بات میرے ذہن میں آتی ہے، وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہونے تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کھڑے رہنے کا سبب شاید یہ ہو کہ ان کے ذہن میں یہ احتمال ہوتا تھا کہ ان کے چلے جانے کے بعد کسی ضرورت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں بلانے کی زحمت نہ

اٹھانی پڑے، پھر میں نے سنن ابوداؤد کی طرف رجوع کیا تو اس حدیث کے آخر میں مجھے وہ الفاظ مل گئے جو میری اس بات کی تائید کرتے ہیں، وہ اعرابی کا واقعہ ہے جس نے نبیٔ اکرم ﷺ کی چادر مبارک کو کھینچا، آپ ﷺ نے ایک آدمی کو بلایا اور حکم فرمایا کہ وہ اس اعرابی کے اونٹ پر کھجور اور جَو لاد دے اور اس حدیث کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے، اب تم جا سکتے ہو"۔

(فتح الباری:۱۱/ ۵۲-۵۳)

۳۔ ملا علی قاری حنفی ماتریدی (متوفی:۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

((ولعلّهم كانوا ينتظرون رجاء أن يظهر له حاجة ألي أحد منهم أو يعرض له رجوع ألي الجلوس معهم، فإذا أيسوا تفرّقوا ولم يقعدوا العدم حلاوة الجلوس بعده عليه السلام))"شاید کہ وہ اس امید سے انتظار کرتے تھے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کو ان میں کسی سے کوئی کام پڑ جائے یا آپ ﷺ کا ان کی طرف دوبارہ آنے کا ارادہ بن جائے،جب وہ اس بات سے ناامید ہو جاتے تو چلے جاتے، دوبارہ نہ بیٹھتے تھے، کیونکہ آپ ﷺ کے بعد انہیں بیٹھنے کا مزہ نہیں آتا تھا"۔

(مرقاۃ المفاتیح:۱۳/ ۴۸۸)

لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں کھڑے ہوتے تھے، صحیح نہ ہوا، نیز اس کو دلیل بنا کر ان کا ذکر ولادت کی تعظیم میں کھڑا ہونا غلط در غلط ہے۔

سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((لمّا قدم جعفر من هجرة الحبشة تلقّاه النبيّ صلي الله عليه وسلم فعانقه، وقبل ما بين عينيه، وقال : ما أدري ايّهما أنا أسرّ ؟ بفتح خيبر أو بقدوم جعفر؟))"جب سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ ہجرت حبشہ سے واپس آئے تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استقبال کیا، ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا : مجھے معلوم نہیں کہ دو چیزوں میں زیادہ خوشی مجھے کس بات کی ہے، فتح خیبر کی یا جعفر کی آمد کی ؟"۔

(المعجم الکبیر للطبرانی :۱۰۸/۲۔ المعجم الاوسط للطبرانی:۲۰۰۳۔المعجم الصغیر للطبرانی:۳۰)

تبصرہ:

اس کی سند "ضعیف" ہے۔

اس میں احمد بن خالد الحرانی راوی ہے، جس کے بارے میں:

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((ضعيف، ليس بشيء، ما رأيت أحدا اثني عليه))

"یہ ضعیف راوی ہے، کچھ نہیں، میں نے کسی کو اس کی تعریف کرتے نہیں دیکھا"۔

(سوالات حمزہ السہمی للدارقطنی، صفحہ:۱۴۸)

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ((واہ))"یہ کمزور راوی ہے"۔

(المغنی للذہبی:۱/۶۵)

اس کے متابع راوی انس بن سلم کے بارے میں:

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:((ولم أعرفه))"میں اسے پہچان نہیں سکا"۔

(مجمع الزوائد:۹/۲۷۱)

اس کی متابعت ایک اور راوی عثمان محمد بن عثمان نے بھی کی ہے۔

(تاریخ بغداد للخطیب البغدادی:۱۱/۲۹۲)

اس کے بارے میں بھی تعدیل و توثیق کا کوئی قول ثابت نہیں، لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے:

((فلمّا بلغ باب رسول الله صلي الله عليه وسلم استبشر و وثب له رسول الله صلي الله عليه وسلم قائما علي رجليه فرحا بقدومه))

"جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور ان کے آنے کی خوشی میں ان کے لیے جلدی سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے"۔

(المغازی للواقدی:۲/۸۵۰-۸۵۳۔المستدرک للبیہقی:۳/۲۶۹۔
المدخل الی السنن الکبریٰ للبیہقی:۱۰۷)

تبصرہ:

یہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔

اس کا راوی محمد بن عمر الواقدی جمہور کے نزدیک "ضعیف "اور"متروک" راوی ہے،اور اس کا استاذ ابو بکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ"وضاع"(جھوٹی حدیثیں گھڑنے والا) اور کذاب (جھوٹا) راوی ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((یضع الحدیث))"یہ حدیثیں گھڑتا تھا"۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم:۷/۳۰۶)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری قیام گاہ میں تشریف فرما تھے،انہوں نے دروازہ کھٹکٹایا :((فقام إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم عريانا يجر ثوبه والله ما رأيته عريانا قبله ولا بعده فأعتنقه وقبله))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف مکمل لباس کے بغیر اپنے کپڑے کو سنبھالتے ہوئے کھڑے ہوئے،اللہ کی قسم ! میں نے اس سے پہلے اور بعد کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل لباس کے بغیر کسی سے ملتے نہیں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معانقہ کیا اور ان کو بوسہ دیا"۔

(سنن الترمذی: ۲۷۳۲، وقال: حسن، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴/ ۹۲)

تبصرہ:

یہ روایت سخت ترین "ضعیف" ہے، کیونکہ اس کا راوی ابراہیم بن یحیٰ بن محمد الشجری "لین الحدیث" ہے۔

(تقریب التہذیب لابن حجر: ۲۶۸)

(۲) یحیٰ بن محمد بن عباد المدنی الشجری راوی بھی "ضعیف" ہے۔

حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

((وکان ضریرا یتلقّن)) "یہ نابینا تھا اور لوگوں کی باتوں میں آ جاتا تھا"۔

(تقریب التہذیب: ۷۶۳۷)

(۳) محمد بن اسحاق المدنی "مدلس" ہیں۔

(۴) امام زہری رحمۃ اللہ علیہ بھی مدلس ہیں، دنوں نے سماع کی تصریح نہیں کی، لہٰذا روایت "ضعیف" ہے۔

تاریخ ابن عساکر (۱۹/ ۳۶۰) کی سند میں محمد بن عمر الواقدی راوی "متروک" ہے۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مسئلہ بتایا:

((فقمت إلیه، فقلت له : بأبي انت و أمّي ! انت أحقّ بها))

"میں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف کھڑا ہوا اور ان سے عرض کی : میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ! آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں"۔

(مسند الامام احمد:۱/۶۔مسند البزار:۴۔مسند ابی یعلی:۲۴)

تبصرہ:

اس کی سند"رجل مبہم" کی وجہ سے "ضعیف" ہے۔

قارئین کرام!

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا بھیجا تو وہ دراز گوش پر سوار ہو کر آئے،جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا :((قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ))"اپنے سردار کی طرف اٹھو"۔

(صحیح البخاری،کتاب الاستئذان،باب: قَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم "قُومُوا إِلَى سَيِّدِكُمْ"،حدیث:۶۲۶۲۔و صحیح المسلم:۱۷۶۸)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ سعد جو اپنے قبیلے کے سردار ہیں، ان کے اکرام اور تعظیم میں کھڑے ہو جاؤ، بلکہ کھڑے ہو کر ان کو سواری سے اتارو، کیونکہ اس وقت وہ زخمی تھے، اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا تھا :((قوموا إلي سيّد كم فأنزلوه، فقال عمر : سيّدنا الله عزّ و جلّ، قال : أنزلوه، فأنزلوه))"اپنے سردار کی طرف اٹھو اور ان کو سواری

سے نیچے اتارو، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے : ہمارا سردار اللہ تعالیٰ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد (رضی اللہ عنہ) کو نیچے اتارو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے ان کو نیچے اتار دیا"۔

(مسند الامام احمد:۶/۱۴۱-۱۴۲، وسندہ حسن)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (۷۰۲۸) نے "صحیح" کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کو "حسن" قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

((وهذه الزيادة تخدش في الاستدلال بقصّة سعد علي مشروعيّة القيام المفنازع فيه))

یہ زائد الفاظ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے واقعے سے متنازع فیہ (تعظیمی) قیام پر استدلال کو باطل قرار دیتے ہیں"۔

(فتح الباری:۱۱/۵۱)

ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۳۷ھ) اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

((لو كان القيام المأمور به لسعد هو المتنازع فيه لما خص به الأنصار فإن الأصل فى أفعال القرب التعميم، ولو كان القيام لسعد على سبيل البر والإكرام لكان هو صلى الله عليه وسلم أول من فعله وأمر به من حضر من أكابر الصحابة، فلما لم يأمر به ولا فعله ولا فعلوه دل ذلك على أن الأمر بالقيام لغير ما وقع فيه النزاع وإنما هو لينزلوه عن دابته لما كان فيه من المرض، كما جاء فى بعض الروايات، ولأن عادة العرب أن القبيلة تخدم كبيرها، فلذلك خص الأنصار بذلك دون المهاجرين، مع أن المراد بعض الأنصار لا كلهم وهم الأوس منهم لأن سعد بن معاذ كان سيدهم دون

الخزرج وعلى تقدير تسليم أن القيام المأمور به حينئذ لم يكن للإعانة فليس هو المتنازع فيه، بل لأنه غائب قدم، والقيام للغائب إذا قدم مشروع))

"اگر سعد رضی اللہ عنہ کے لیے قیام کے حکم سے مراد قیام متنازع فیہ (تعظیمی) ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم میں انصار کو خاص نہ کرتے، کیونکہ نیکی کے کاموں میں اصل عموم ہوتا ہے (یعنی وہ سب کے لیے مشترک ہوتے ہیں)، اگر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے لیے کھڑے ہونا عزت کے لیے اور نیکی کے لیے ہوتا تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ایسا کرتے اور وہاں موجود اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا حکم دیتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم نہیں دیا، نہ ہی خود ایسا کیا ہے، نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیام کیا تو معلوم ہوا کہ قیام کا یہ حکم اس مقصد کے لیے نہیں تھا جس میں نزاع ہے (تعظیمی نہیں تھا)، یہ حکم تو صرف سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو سواری سے اتارنے کے لیے تھا، کیونکہ وہ اس وقت بیمار تھے، جیسا کہ بعض روایت میں یہ بات مذکور ہے، نیز عربوں کی یہ عادت بھی تھی کہ پورا قبیلہ اپنے بڑے کی خدمت کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم صرف انصار کو دیا تھا، مہاجرین کو نہیں، پھر اس سے مراد سارے انصار بھی نہیں، بلکہ بعض انصار، یعنی قبیلہ اوس کے لوگ تھے، کیونکہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اوس کے ہی سردار تھے، خزرج کے نہیں، اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ اس وقت قیام کا حکم سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو سواری اتارنے میں مدد کرنے کے لیے نہیں تھا تو بھی یہ قیام متنازع فیہ (تعظیمی) نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ

قیام ایک غائب کے آنے کی وجہ سے تھا اور کسی آنے والے کے کھڑا ہونا جائز ہے"۔

(فتح الباری:۱۱/۵۱)

اگر کوئی اس قیام کو اکرام پر محمول کرے تو یہ قیام بھی ہمارے نزدیک مشروع ہے۔

امام حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((كنّا عند أيّوب، فجاء يونس، فقال حمّاد : قوموا السيّد كم، أو قال : لسيّدنا))

ہم امام ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھے، امام یونس رحمۃ اللہ علیہ آئے تو امام حماد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اپنے سردار یا ہمارے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ"۔

(الجامع لاخلاق الراوی للخطیب:۳۰۲، وسندہٗ حسنٌ)

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ يُهَرْوِلُ حَتَّى صَافَحَنِي وَهَنَّانِي، وَاللَّهِ مَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ))

میری طرف طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے خوشخبر دی، اللہ کی قسم ! میری طرف ان کے علاوہ مہاجرین میں سے کوئی آدمی کھڑا نہیں ہوا"۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب(۷۹)، حدیث:۴۴۱۸۔و صحیح المسلم:۲۷۶۹)

یہ استقبال کی غرض سے قیام تھا جو کہ جائز و مباح ہے۔

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا کہ ہمارے پاس سے کافر کا جنازہ گزرے تو کیا ہم اس کے لیے قیام کریں ؟ اس پر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((نعم، قوموا لها، فإنّكم لستم تقومون لها، إنّما تقومون إعظاما للذي يقبض النفوس)) ''ہاں ! تم اس کو دیکھ کر کھڑے ہوا کرو، کیونکہ تم اس کے لیے کھڑے نہیں ہوتے، بلکہ اس ذات کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہو جو روحوں کو قبض کرتی ہے"۔

(مسند الامام احمد:۲/۱۶۸۔ مسند عبد بن حمید:۱۳۴۰۔ المعجم الکبیر للطبرانی:۱۳/۱۷،حدیث:۴۷، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (۳۰۳۵)،امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ (۱/۳۷۵) ن" صحیح" کہا ہے۔حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((رجال أحمد ثقات))"(اس روایت میں) مسند احمد کے راوی ثقہ ہیں"۔

(مجمع الزوائد:۳/۲۷)

اس کا راوی ربیعہ بن سیف المعافری جمہور کے نزدیک"موثق، حسن الحدیث" ہے۔

طبرانی کے الفاظ یہ ہیں:

((إنّما تقومون لمن معها من الملائكة))

"تم تو ان فرشتوں کی وجہ سے کھڑے ہوتے ہو جو اس کے ساتھ ہوتے ہیں"۔

یاد رہے کہ جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا جائز اور مستحب ہے،اس کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے، جبکہ استحباب باقی ہے۔

قارئین کرام!

اب ہم اس مسئلہ کی طرف آتے ہیں،یہ تو آپ نے جان لیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے ذکر ولادت پر کھڑا ہونا کسی وضعی اور من گھڑت روایت سے بھی ثابت نہیں، دوسرے لفظوں میں یہ کہیے کہ قرآن و حدیث میں اس کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔

مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب(۱۳۲۴-۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

(ان نبیٔ اکرم ﷺ)"کے ذکر پر کھڑا ہونا سنت سلف صالحین ہے"۔

(جاء الحق،از نعیمی، جلد:۱، صفحہ:۲۵۲)

یہ کائنات کا سب سے بڑا جھوٹ ہے،کسی صحابی، تابعی یا کسی تبع تابعی، حتی کہ امام ابوحنیفہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی قطعاً اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

مفتی"صاحب مزید لکھتے ہیں":

"ولادت پاک کے وقت ملائکہ درِ دولت پر کھڑے ہوئے تھے۔اس لیے ولادت کے ذکر پر کھڑا ہونا فعلِ ملائکہ سے مشابہ ہے"۔

(جاء الحق،از نعیمی، جلد:۱، صفحہ:۲۵۳)

یہ بے اصل اور بے ثبوت بات ہے، نہ جانے مفتی صاحب پر یہ وحی کس نے کی ؟ درحقیقت یہ اللہ کے فرشتوں پر جھوٹ باندھا گیا ہے، ان لوگوں کی بے باکی اور بے بسی پر حیرانی ہوتی ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوصاف اور اپنا نسب شریف منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرمایا تو اس قیام کی اصل مل گئی"۔

(جاء الحق، از نعیمی، جلد:۱، صفحہ:۲۵۳)

یہ روایت مسند الامام احمد (۱/۲۱۰) اور سنن الترمذی (۳۶۰۸) میں موجود ہے، اس کی سند ضعیف ہے،اس میں یزید بن ابی زیاد راوی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((ضعیف، کبر فتغیّر، صار یتلقّن، و کان شیعیًا))

"یہ ضعیف راوی تھا بوڑھا ہو کر اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور یہ لوگوں کی باتوں میں آنے لگا تھا۔یہ شیعہ تھا"۔

(تقریب التہذیب:۷۷۱۷)

اس کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

((وقد ضعّفه جمهور الأئمّة))"اسے جمہور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ضعیف قرار دیا ہے"۔

(مجمع الزوائد:۵/۵۶-۵۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((والجمهور علي تضعيف حديثه))"جمہور اس کی حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں"۔

(ہدی الساری لابن حجر، صفحہ:۴۵۹)

بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

((أخرجه مسلم في المتابعات، ضعّفه الجمهور))

"امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حدیث متابعات میں بیان کی ہے،جمہور اسے ضعیف قرار دیتے ہیں"۔

(زوائد ابن ماجہ:۷۰۵)

اس میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی "تدلیس" بھی ہے،جب یہ روایت "ضعیف" ہے تو "مفتی"(احمد یار خان نعیمی)صاحب کا اس پر بنایا ہوا مذہب بھی "ضعیف" اور اس سے کیا ہوا استدلال بھی باطل ہوا۔

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

"شریعت نے اس کو منع نہ کیا اور ہر ملک کے عام مسلمان اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اور جس کام کو مسلمان اچھا جانیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے"۔

(جاء الحق، از نعیمی، جلد ا، صفحہ:۲۵۳)

دلائل نہ ہوں تو آخری سہار یہی ہے کہ منع نہیں، حالانکہ شرعی احکام میں اللہ تعالیٰ اور اس رسول ﷺ کا اذن اور ان کی اجازت ضروری ہوتی ہے۔

ہر ملک میں بدعتی لوگ اسے ثواب سمجھ کر کرتے ہیں، لیکن کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور ائمہ عظام رحمۃ اللہ علیہم کا عمل اس پر موجود ہے ؟ کیا وہ بھی اسے اچھا سمجھتے تھے ؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو یہ عمل اللہ کے ہاں بھی اچھا ہو گا، لیکن اگر جواب نفی میں ہے تو اس کے بدعت سیئہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اللہ رب العزت اس بات کو یوں بیان کرتے ہیں:

﴿أَفَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا﴾

"کیا جس شخص کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا جاتا ہے اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگتا ہے"۔

(سورۃ فاطر:۸)

ضلال و جہال کی یہ عادت بھی ہوتی ہے کہ وہ عمومی دلائل سے اپنی بدعات کو سہارا دینے کی کوشش کرتے ہیں اور عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں،حالانکہ اولاً تو بدعات عمومی دلائل کے تحت آتی ہی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس طریقہ سے سلف صالحین کے بارے میں یہ بدگمانی پیدا ہوتی ہے کہ وہ تو ان دلائل سے وہ کچھ نہ سمجھ پائے جو مبتدعین نے سمجھ لیا ہے!

نئ دریافت:

ایک بدعتی صاحب کہتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ پر درود و سلام کھڑے ہو کر پڑھنا انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے، جیسا کہ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنا سفر معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:((مَرَرْتُ عَلَى مُوسَى وَهُوَ يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ))"میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے"۔

(صحیح المسلم، کتاب الفضائل، باب: فضائل موسیٰ علیہ السلام، حدیث:۲۳۷۵{۶۱۵۷}۔ وسنن النسائی:۱۶۳۲)

اسی طرح نبیٔ اکرم ﷺ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بھی فرمایا:

((وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي))

اور وہاں ابراہیم علیہ السلام بھی کھڑے نماز پڑھ رہے تھے"۔

(صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب: مسیح ابن مریم علیہما السلام اور مسیح دجال کا تذکرہ، حدیث:۱۷۲{۴۳۰})

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:((وَإِذَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّي))

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے"۔

(صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب : مسیح ابن مریم علیہما السلام اور مسیح دجال کا تذکرہ، حدیث:۱۷۲{۴۳۰})

ان بدعتی صاحب کا کہنا ہے کہ لفظ صلوٰۃ کا معنیٰ یہاں نماز نہیں، بلکہ درود و سلام پڑھنا ہے، کیونکہ صلوٰۃ کا لفظ صرف نماز کے لیے ہی استعمال نہیں ہوتا، بلکہ رحمت بھیجنا، تعریف کرنا اور درود و سلام پڑھنے جیسے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

تبصرہ:

بے شک لفظ صلوٰۃ کے کئی معانی ہیں، لیکن مذکورہ بالا احادیث میں درود و سلام کا معنیٰ کرنا نری جہالت، عربیت سے عدم واقفیت کا ثبوت، حدیث کی معنوی تحریف اور سلف صالحین کی مخالفت ہے۔

یہاں صلوٰۃ کا لفظ درود سلام کے معنی میں ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ سلف صالحین میں سے کسی نے بھی یہ معنی و مفہوم بیان نہیں کیا، وہ بھلا کیسے بیان کرتے،وہ تو اہل علم و تقویٰ تھے،صلوٰۃ کا لفظ اسی وقت درود و سلام کے معنیٰ میں ہو گا جب اس کے بعد "علیٰ" صلہ آئے، احادیث میں انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں((قائم يصلّي في قبره)) کے لفظ ہیں((قائم يصلّي عليه في قبره)) کے الفاظ نہیں ہیں۔

لہٰذا مبتدعین کی جہالت اور دھوکہ دہی پر مہر ثبت ہو گئی ہے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((أي يدعو ويثني عليه و يذكره، فالمراد الصلاة اللغوية، وهي الدعاء والثناء، وقيل : المراد الشرعيّة، وعليه القرطبيّ))

"یعنی وہ دعا کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کا ذکر کر رہے تھے، لہٰذا یہاں مراد لغوی صلاۃ ہے، جو دعا اور حمد و ثناء کے معنیٰ میں ہے،ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں شرعی نماز مراد ہے، علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اسی مؤقف کے حامل ہیں"۔

(فیض القدیر للمناوی:۵/۵۱۹-۵۲۰)

قبر میں دعا اور نماز انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ لوگوں سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أمر بعبد من عباد الله أن يضرب في قبره مائة جلدة، فلم يزل يسأل ويدعو حتيّ صارت جلدة واحدة، فجلد جلدة واحدة، فامتلأ قبره عليه نارا، فلمّا ارتفع عنه قال علام جلد تموني ؟ قالوا : إنّك صلّيت صلاة بغير طهور، و مررت علي مظلوم فلم تنصره))

اللہ کے ایک بندے کو قبر میں سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیاو وہ مسلسل اللہ سے دعا کرتا رہا اور معافی مانگتا رہا حتیٰ کہ سزا میں ایک کوڑا باقی رہ گیا،اسے ایک ہی کوڑا مارا گیا تو اس کی قبر آگ سے بھر گئی، جب اس سے عذاب دور ہوا تو اس نے فرشتوں سے پوچھا : تم نے مجھے کس جرم پر کوڑا مارا ہے ؟ فرشتون نے کہا : تم نے ایک نماز بغیر وضو کے پڑھی تھی اور تم ایک مظلوم کے پاس سے گزرے تھے اور اس کی مدد نہیں کی تھی"۔

(مشکل الآثار للطحاوی:۴/۲۳۱،وسندہ حسن)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کو قبر میں کہا جائے گا بیٹھ جا، وہ بیٹھ جائے گا، اسے سورج غروب ہوتا دکھایا جائے گا، اسے کہا جائے گا : تم اس آدمی کے بارے میں خبر دو جو تم میں (مبعوث ہوئے) تھے، اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟ تم اس کے بارے میں کیا گواہی دیتے ہو ؟ وہ کہے گا :((دعوني حيّ أصلّي، فيقولون : إنّك ستفعل، فأخبرني عمّا نسألك عنه))"مجھے چھوڑو کہ میں (عصر کی) نماز پڑھ لوں، فرشتے کہیں گے : تم پہلے ہمیں سوال کا جواب دے دو، پھر عنقریب ایسا کر لو گے"۔

(صحیح ابن حبان:۳۱۱۳۔المستدرک للحاکم:۱/۳۷۹-۳۸۰)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر" صحیح" کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی موافقت کی ہے،حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی سند کو"حسن" کہا ہے۔

(مجمع الزوائد للہیثمی:۳/۵۱-۵۲)

<u>ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:</u>

((اللّٰهم ! إن كنت أعطيت أحدا أن يصلّي لك في قبره، فأعطني ذلك))

"اے اللہ ! اگر تو کسی کو یہ توفیق دے کہ وہ اپنی قبر میں تیرے لیے نماز پڑھے تو مجھے یہ توفیق دینا"۔

(مسند علی بن الجعد:۱۳۷۹۔المعرفۃ و التاریخ للفسوی:۲/۵۹۔
شعب الایمان للبیہقی:۳/۱۵۵، حدیث:۱۳۹۱، وسندہٗ صحیحٌ)

قارئین کرام!

اب مسئلہ واضح ہو گیا ہے کہ بعض لوگوں کے پاس دلائل نہیں، اسی لیے وہ ادھر ادھر ہاتھ مار رہے ہیں، جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں، وہ خواہ قرآنی ہوں یا حدیثی، اگر ان سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا تو سلف صالحین ضرور ایسا سمجھتے اور کرتے یا کم از کم اس کے جواز و مشروعیت کے قائل ہوتے۔

علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ (م۷۳۷ھ) صلاۃ الرغائب کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((ما حدث بعد السلف رضي الله عنهم لا يخلو إما أن يكونوا علموه وعلموا أنه موافق للشريعة ولم يعملوا به؟ ! ومعاذ الله أن يكون ذلك، إذ إنه يلزم منه تنقيصهم وتفيل من بعدهم عليهم، ومعلوم أنهم أكمل الناس في كل شيء وأشدهم اتباعا، وإما أن يكونوا علموه وتركوا العمل به؟ ولم يتركوه إلا لموجب أوجب تركه، فكيف يمكن فعله؟ ! هذا مما لا يتعلل، وإما أن يكونوا لم يعلموه، فيكون من ادعى علمه بعدهم أعلم منهم، واعرف بوجوه البر وأحرص عليها ! ولو كان ذلك خيراً لعلموه ولظهر لهم ومعلوم أنهم أعقل الناس وأعلمهم))...

"جو چیزیں سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے بعد ظہور میں آئی ہیں،وہ تین حال سے خالی نہیں: یا تو سلف کو ان کا علم تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ چیزیں شریعت کے موافق ہیں، پھر انہوں نے ان پر عمل نہیں کیا، معاذ اللہ ! ایسا تو ممکن نہیں،

کیونکہ اس سے سلف صالحین کی تنقیص ہوتی ہے اور بعد والوں کی ان پر فضیلت ثابت ہوتی ہے، اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ سب لوگوں سے ہر چیز میں کامل تھے اور سب سے بڑھ کر شریعت کا اتباع کرنے والے تھے،دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ سلف صالحین کو ان چیزوں کا علم تو تھا، لیکن انہوں نے ان پر عمل چھوڑ دیا تھا، انہوں نے کسی ایسی دلیل کی وجہ سے یہ عمل چھوڑا تھا جو اس کے چھوڑنے کو واجب کرتی تھی، جب ایسا تھا تو ان کا کرنا اب جائز کیسے ہوا ؟ پھر تو یہ ایسے کاموں میں سے ہیں جو حلال نہیں، تیسری صورت یہ فرض کی جا سکتی ہے کہ پھر سلف صالحین کو ان چیزوں کا علم ہی نہیں تھا، اسی طرح تو جو شخص ان کے بعد ان چیزوں کے علم کا دعویٰ کرے گا، وہ سلف سے زیادہ علم والا ہو گا اور نیکی کے کاموں کا زیادہ جاننے والا ہو گا اور نیکی پر زیادہ حریص ہو گا، حالانکہ اگر یہ نیکی کے کام ہوتے تو سلف صالحین ان کو جانتے ہوتے، یہ بات معلوم ہے کہ وہ سب لوگوں سے بڑھ کر عقل منداور عالم تھے۔۔۔"۔

(المدخل لابن الحاج:۴/۲۷۸)

مروجہ عید میلاد النبی بدعت ہے:

یہی حال ہے مروّجہ عید میلاد النبی کا، اس کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں، قرآن و حدیث میں اگر اس کی کوئی دلیل ہوتی تو صحابہ کرام اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم کو اس کا علم ہوتا اور وہ ضرور اس پر عمل کرتے، معلوم ہوا کہ یہ بلاشک و شبہ بدعت ہے، جیسا کہ:

(۱) تاج الدین عمر بن علی فاکہانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۳۴ھ) فرماتے ہیں:

((إن عمل المولد بدعة مذمومة))"موَلد کا عمل مذموم بدعت ہے"۔

(الحاوی للفتاوی للسیوطی:۱/۲۴،۱۹۰)

نیز فرماتے ہیں:

((لا أعلم لهذا المولد أصلا في كتاب ولا سنّة، ولا ينقل عمله عن أحد من علماء الأمة الذين هم القدوة في الدين المتمسّكون بآثار المتقدّمين، بل هو بدعة أحدثها البطّالون و شهوة نفس اعتني بها الأكّالون))

"میں اس میلاد کی کوئی دلیل کتاب و سنت میں نہیں پاتا،نہ ہی اس کا عمل ان علمائے امت سے منقول ہے جو دین میں ہمارے پیشوا ہیں اور متقدمین کے آثار کو لازم پکڑنے والے ہیں، بلکہ یہ ایسی بدعت ہے جسے باطل پرست لوگوں نے ایجاد کیا ہے اور ایسی نفسانی خواہش ہے جس کا اہتمام شکم پرور (پیٹ پرست) لوگوں نے کیا ہے"۔

(الحاوی للسیوطی:۱/۱۹۰-۱۹۱)

(۲)

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۰ ھ) نے بھی عید میلاد النبی کو بدعت قرار دیا ہے۔

(الاعتصام للشاطبی:۱/۳۹)

(۳) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((فإن هذا لم يفعله السلف، مع قيام المقتضي له وعدم المانع منه لو كان هذا خيراً محضًا، أو راجحاً لكان السلف رضي الله عنهم أحق به منا، فإنهم كانوا أشد محبة لرسول الله وتعظيماً له منا، وهم على الخير أحرص))

"یہ کام سلف صالحین رضی اللہ عنہم نے نہیں کیا، باوجود اس بات کے کہ اس کا تقاضہ (تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم) موجود تھا اور کوئی رکاوٹ بھی نہ تھیو اگر یہ کام بالکل خیر والا یا زیادہ خیر والا ہوتا تو اسلاف اس پر عمل کے حوالے سے ہم سے زیادہ حقدار تھے، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے بڑھ کر تھے اور وہ نیکی کے زیادہ طلب گار تھے"۔

(اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ، صفحہ:۲۹۵)

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانیفرماتے ہیں:

((أصل عمل المولد بدعة، لم تنقل عن أحد من السلف الصالح من القرون الثلاثة))

"میلاد کے عمل کی اصل بدعت ہے،یہ عمل تین (مشہود لہا بالخیر) زمانوں کے سلف صالحین رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے منقول نہیں"۔

(الحاوی للفتاویٰ للسیوطی:۱/۱۹۶)

محمد بن محمد بن محمد ابن الحاج (م۷۳۷ھ) فرماتے ہیں: (۵)

((فأن خلا منه و عمل طعاما فقط، ونوي به المولد و دعا إليه الإخوان، وسلم من كلّ ما تقدّم ذكره، فهو بدعة بنفس نيّته فقط، لأنّ ذلك

زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضين، واتّباع السلف أولي، ولم ينقل عن أحد منهم أنه نوي المولد، ونحن تبع، فيسعنا ما وسعهم)).

"اگر میلاد اس (گانے) سے خالی ہو اور صرف کھانا بنایا جائے اور نیت میلاد کی ہو اور کھانے پر دوست احباب کو مدعو کیا جائے۔ یہ کام اگر مذکورہ قباحتوں سے خالی بھی ہو تو یہ صرف اس کی نیت کی وجہ سے بدعت بن جائے گا، کیونکہ یہ دین میں زیادت ہے۔ سلف صالحین کا اس پر عمل نہیں۔ سلف کی اتباع ہی لائق عمل ہے۔ سلف صالحین میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ اس نے میلاد کی نیت سے کوئی کام کیا ہو۔ ہم سلف صالحین کے پیروکار ہیں۔ ہمیں وہی عمل کافی ہو جائے گا جو سلف کو کافی ہوا تھا"۔

(الحاوی للفتاویٰ للسیوطی:۱/۱۹۵)

(۶)حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (۸۳۱-۹۰۲ھ) لکھتے ہیں:

((لم يفعله أحد من القرون الثلاثة، إنّما حدث بعدُ))

"یہ کام تینوں زمانوں (صحابہ، تابعین اور تبع تابعین) میں سے کسی نے نہیں کیا، یہ تو بعد میں ایجاد ہوا"۔

(جاء الحق، از نعیمی:۱/۲۳۶)

(۷)حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۸۴۹-۹۱۱ھ)فرماتے ہیں:

((وأوّل من أحدث فعل ذلك صاحب أربل الملك المظفّر أبو سعيد كوكبري))

"سب سے پہلے جس نے اسے ایجاد کیا وہ اربل کا بادشاہ مظفر ابوسعید کوکبری تھا"۔

(الحاوی للفتاویٰ للسیوطی:۱/۱۸۹)

علمائے کرام کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ عید میلاد النبی سلف صالحین رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں ہے، بلکہ بعد کی ایجاد ہے،ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۳۷ ھ) نے کیا خوب کہا ہے:

((فالسعید السعید من شدّیده علی امتثال الکتاب والسنّة و الطریق الموصلة إلی ذلك، وهی اتّباع السلف الماضین رضوان الله علیهم أجمعین، لأنّهم أعلم بالسنّة منّا، إذهم أعرف بالمقال، وأفقه بالحال))۔۔۔

"کتنا خوش بخت ہے وہ شخص جو کتاب و سنت پر عمل اور کتاب و سنت کی طرف پہنچانے والے راستے کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے،کتاب و سنت کی طرف پہنچانے والا راستہ سلف صالحین رضی اللہ عنہم کا راستہ ہے، کیونکہ وہ سنت کو ہم سے بڑھ کر جاننے والے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ عالم، دین کے متعلق باتوں کو بخوبی جاننے والے اور اس وقت کے حالت کو زیادہ سمجھنے والے تھے"۔

(المدخل لابن الحاج:۲/۱۰)

علامہ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ (۷۳۷-۷۹۵ھ) نے بھی کیا خوب لکھا ہے:

((فأمّا ما اتّفق السلف علي ترکه، فلا یجوز العمل به، لأنّهم ماترکوه إلّا علي علم أنّه لا یعمل به))

"جس کام کو چھوڑنے پر سلف صالحین رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا ہو، اس پر عمل جائز نہیں، کیونکہ بلاشبہ انہوں نے یہ جان کر ہی اسے چھوڑا ہے کہ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا"۔

(فضل علم السلف علی علم الخلف لابن رجب، صفحہ:۳۱)

معلوم ہوا کہ جس کام کے چھوڑنے پر سلف صالحین رضی اللہ عنہم متفق ہوں، اس کام کو کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا جشن عید میلاد النبی اور ذکر ولادت پر کھڑا ہونا اور اس طرح کی دوسری بدعات و خرافات سلف صالحین، ائمہ اہل سنت اور مقدمین سے قطعاً ثابت نہیں ہیں، لہٰذا یہ امور بدعات سیئہ اور افعال شنیعہ ہیں۔

والصلاة والسلام علی نبینا محمد وعلیٰ آله واصحابه اجمعین والحمدلله رب العالمین



ناشر: منهاج السنة النبویة لائبریری،

حیدرآباد دکن

ورفعنا لك ذكرك

